عہد فاروقیؓ کی تعلیمی پالیسی کا تجزیاتی مطالعہ

محمد عمران علی*
شمس البصر**

Abstract

Education always played a pivotal role in the advancement of nations throughout the annals of human history. The nations who lose sight of and turn back towards the significance of education are doomed to collapse. First revelation of the *Qur'ān* underscores and reflects the importance and utility of education. The Prophet *Muḥammad* (SAWS) developed such an immaculate system of education for the welfare and betterment of his Ummah that turned a rustic society into a disciplined and well-organized civilization in a few years, struggle. '*Umar Fārūq* (RA) not only perpetuated this system during his caliphate but also improved it to the zenith of perfection and excellence. He established educational institutions and appointed such eminent persons who were matchless in their learning and wisdom. Preach and progression of the *Qur'ān*, *Ḥadīth*, *Islāmic* Jurisprudence and other sciences was executed through well-coordinated and concerted policies and mosques also contributed a great deal of role in this regard. Mosques also imparted religious education in addition to ministering the devotion and worship. In a nutshell, Ú*mar Fārūq* (RA) worked out unparalleled educational policies while capitalizing upon the available resources during his caliphate and successfully implemented these policies in practice throughout the nook and corner of the state.

Keywords: Ú*mar Fārūq* (RA), Educational System, Classification of Teachers, Different Methods of Teaching, Results

بنی نوع انسان کی شان و شوکت کو بلند کرنے میں تعلیم نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ علم سے بہرہ ور شخص ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے اور شریعت کے تقاضوں پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی سنوار سکتا ہے۔ قرآن مجید کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اس میں ایسی آیات بکثرت موجود ہیں جو تعلیم کے حصول کی طرف رغبت دلاتی ہیں اور جہالت کی نفی کرتی ہیں۔

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔
** سابق چیئرمین، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

قرآن مجید کی پہلی وحی ہی حصولِ علم کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ[1]

"اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے (سب کو) پیدا کیا۔"

قرآن مجید میں علم ہی وہ واحد چیز ہے جس کے اضافے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو دعا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا[2]

"اور (اے نبی ﷺ) کہہ دو کہ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں علم حاصل کرنے کی ترغیب دی وہاں اس کے اضافے کے لیے حضوراکرم ﷺ کو دعا کرنے کا بھی حکم دیا اور اس بات کی وضاحت بھی کر دی کہ حصولِ علم کی تگ و دو کرنے والے اور علم سے تہی دامن برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ[3]

"(اے نبیؐ) کہہ دیں کہ کیا وہ لوگ برابر ہوسکتے ہیں جو جانتے ہیں (علم والے) ہیں اور جو نہیں جانتے (جاہل ہیں) بے شک اہل علم ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔"

قرآن مجید میں جو آیات حصول علم پر دلالت کرتی ہیں ان کے پیش نظر صحابہؓ کرام بھی اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ علمِ دین ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوسکتی ہے، اسی لیے وہ حصولِ علم کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے اور ایسے علم سے پناہ مانگتے جو بے فائدہ ہو۔ انھوں نے حضورؐ اکرم سے یہ دعا سیکھ لی تھی:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لاَ يَنْفَعُ[4] "اے اللہ میں تجھ سے بے فائدہ علم کے حصول سے پناہ مانگتا ہوں۔"

---

[1] العلق:۱

[2] طٰہٰ:۱۱۴

[3] الزمر:۹

[4] مسلم، ابو الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، (م:۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، کتاب **الذکر والدعا والتوبہ ولااستغفار**، باب فی الادعیۃ، (الریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ط:۲، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء)، ۱۱۸۱، حدیث:۶۹۰۶

حضرت عمر فاروقؓ امتِ مسلمہ کے ابتدائی دور کے عظیم عالم اور فقیہہ تھے۔ آپ فہم و فراست کی گہرائی، مسائل کو حل کرنے میں مہارت اور مسائل کے استنباط میں اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ آپ نے زمامِ خلافت سنبھالتے ہی اپنی علمی و اجتہادی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دقیق سے دقیق مسائل کا حل نکالا اور اسلام کی حقیقت اور فلسفے کو سامنے رکھتے ہوئے عدالتی قوانین وضع فرمائے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ سے بعد میں آنے والے فقہا و ائمہ کرام نے آپ کے علم و نظر سے خوب فائدہ اُٹھایا اور بلند مرتبہ اشخاص کی فہرست میں شامل ہوگئے۔

حصولِ علم کے متعلق حضرت عمر فاروقؓ کے اقوال:

علم کی ترغیب اور اس کے حصول کے متعلق حضرت عمر فاروقؓ کے بہت سے اقوال ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، عزت اور وقار سے رہنا سیکھو۔ جس شخص سے تم نے علم سیکھا ہے اس کی عزت کرو اور جس شخص کو تم نے علم سکھایا ہے اس کا بھی احترام کرو۔ متکبر علماء مت بنو، ایسا نہ ہو کہ تمہارا علم تمہاری جہالت کی عکاسی کرنے لگے۔[5]

۲۔ کوئی شخص اُس وقت تک عالم نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنے سے بڑے عالم سے حسد کرتا رہے، اپنے سے چھوٹے عالم کو حقیر سمجھتا رہے اور اپنے عمل کا معاوضہ لیتا رہے۔[6]

۳۔ تم اپنی قوم کے سردار بننے سے پہلے علم حاصل کرلو، ورنہ تمہاری خودسری تمہارے علم کی راہ میں رکاوٹ بن جائے گی اور تم بدستور جہالت کے اسیر رہ کر زندگی گزاروگے۔[7]

۴۔ ایک ہزار عابدوں کی موت ایک ایسے عالم سے کم نقصان دہ ہے جو حلال و حرام کا علم رکھتا ہو۔[8]

۵۔ اگر علم تمھیں نفع نہیں دے گا تو تم کو نقصان بھی نہیں پہنچائے گا۔[9]

---

[5] طنطاوی، علی وناجی، **اخبار عمر واخبار عبد اللہ بن عمر**، (بیروت: المکتب الاسلامی، ط:۸، ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء)، ۲۶۳

[6] الاصفہانی، ابونعیم احمد بن عبد اللہ (م:۴۳۰ھ)، **حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء**، (بیروت: دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، س۔ن)، ۱: ۳۰۶

[7] نووی، ابوزکریا یحیٰ بن شرف الدین (م:۶۷۷ھ)، **التبیان فی آداب حملۃ القرآن**، (بیروت: دارالقرآن الکریم، س۔ن)، ۶۰

[8] ابن القیم، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر، الجوزی (م:۷۵۱ھ)، **مفتاح دارالسعادۃ ومنشور ولایۃ العلم والارادۃ**، (بیروت: دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، س۔ن)، ۱: ۱۲۱

[9] قاسم عاشور، **فرائد الکلام للخلفاء الکرام**، (السعودیہ: دار طویق، ط۱، ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء)، ۱۶۸

حضرت عمر فاروقؓ نے ذاتی طور پر نظامِ تعلیم کو بہتر بنانے اور اس کو مربوط و منظم کرنے کے لیے بھرپور کوششیں کیں۔ آپ نے مختلف شہروں میں مدارس قائم کروائے اور ماہرینِ تعلیم اساتذہ کو مختلف علاقوں میں تعلیم کو عام کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ آپ نے اس کی منیجمنٹ کا یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ سب سے پہلے آپ نے اُن اساتذہ کی درجہ بندی(Classification) کی جو اپنے مضمون میں ماہر (Subject Specialist) تھے، یعنی جو استاد قرآن، حدیث اور فقہ وغیرہ میں ماہر ہوتا آپ اُس سے وہی خدمت لیتے۔ آپ نے قرآن، سنت، فقہ اور مختلف قسم کے علوم کو فروغ دینے کے لیے بھرپور کوششیں کیں اور ایسا تعلیمی نظام مروج کیا جو اس دور کے لحاظ سے آسان نہ تھا۔ آپ نے اِس نظام کو مدون و مروج کرنے کے لیے جو کوششیں کیں ان کے متعلق چند ایک نِکات درج ذیل ہیں:

دینِ اسلام کی اشاعت:

تعلیمی نظام کے حوالے سے حضرت عمر فاروقؓ کی نظر میں سب سے بڑا اور اہم کام دینِ اسلام کی اشاعت تھا۔ اس کام کے لیے کبھی بھی آپ کا یہ نظریہ نہیں رہا کہ تلوار کے ذریعے اسلام کی اشاعت کی جائے، بلکہ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ تمام دنیا کو اسلام کی دعوت دی جائے اور انھیں اسلام کے اصول اور مسائل سمجھا کر اسلام کی طرف راغب کیا جائے۔

آپ دین کی تعلیم کو عام کرنا اپنا سب سے اہم فریضہ سمجھتے تھے۔ خاص طور پر اپنے عُمال کو اشاعتِ دین کی اہمیت و ضرورت سے خاص طور پر روشناس کراتے تھے، تاکہ وہ جہاں بھی جائیں اس تعلیم کو لوگوں میں پھیلائیں۔

ایک مرتبہ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اللَّهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ عَلَى أُمَرَاءِ الأَمْصَارِ وَإِنِّي إِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ عَلَيْهِمْ لِيَعْدِلُوا عَلَيْهِمْ وَلِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِينَهُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ وَيَقْسِمُوا فِيهِمْ فَيْئَهُمْ[10]

"اے اللہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان امراء کو مختلف علاقوں میں لوگوں کے مابین عدل قائم کرنے، دینِ اسلام کی تعلیم دینے، سنت رسولؐ کا درس دینے اور مالِ فے کو ان میں تقسیم کرنے کی غرض سے روانہ کیا ہے۔"

حضرت عمر فاروقؓ جب بھی ان امراء کو روانہ فرماتے تو ان کی مدد کے لیے مستقل طور پر کچھ ذی علم صحابہؓ کو بھی ساتھ کر دیتے، تاکہ وہ ان کے ساتھ مل کر لوگوں کو دینِ اسلام کی تعلیم دیں اور آپ کی ہدایت کی روشنی میں

---

[10] مسلم، صحیح مسلم، کتاب **المساجد و مواضع الصلوۃ**، باب نھی من اکل ثوما او بصلا۔۔۔، ۲۲۸، حدیث:۱۲۵۸

اپنے فرائض کی تکمیل کر سکیں۔ اس سلسلے میں ایک مرتبہ آپ نے دس صحابہؓ کرام کو بصرہ روانہ فرمایا۔ ان میں ایک صحابیؓ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ بھی تھے۔ آپ نے ان صحابہ کرام کو تاکید فرمائی کہ وہ بصرہ کے لوگوں کو دینی مسائل سے اچھی طرح روشناس فرمائیں۔[11]

آپ کے دورِ حکومت میں جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو علمی اور تربیتی مراکز کی ضرورت کے پیشِ نظر کوفہ، بصرہ اور فسطاط جیسے اسلامی شہر بسائے گئے، اِن شہروں میں فوجی چوکیاں بھی تعمیر کی گئیں جہاں اسلامی لشکروں کا پڑاؤ ہوتا تھا اور قیدیوں کو بھی رکھا جاتا تھا۔ اِن قیدیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے علماء، فقہا اور واعظین کی کثیر تعداد ہمہ وقت موجود رہتی تھی۔[12]

آپ اسلامی فوج کی تعلیم و تربیت کرنا بھی اپنا اوّلین منشور سمجھتے تھے۔ جب بھی کوئی لشکر جہاد کی غرض سے آپ کے پاس جمع ہوتا تو اُن کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے ان پر ایسے افسر کا تقرر فرماتے جو صاحبِ علم اور صاحبِ فقہ ہوتا تھا۔[13]

یہ آپ کی علمی و عملی تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ اہل اسلام کی یہ فوجیں جس ملک میں جاتیں لوگ ان کو دیکھنے کے مشتاق ہو جاتے۔ وہ ان کی سچائی، سادگی، پاکیزگی اور خوش اخلاقی کی بدولت خود بخود اُن کی طرف کھنچے چلے آتے اور جوق در جوق اسلام میں داخل ہو جاتے تھے۔ اسلامی افواج کی اِنہی خصوصیات کی وجہ سے نہ صرف عام لوگ اسلام قبول کرتے بلکہ غیر مسلم فوجوں کے بڑے بڑے جرنیل اور امرا بھی اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ جنگ یرموک کے موقع پر جرجہ نامی شخص جو شامی فوج کا امیر لشکر تھا، اُس نے براہِ راست حضرت خالد بن ولیدؓ سے مذاکرات کیے اور اسلام کے متعلق سوالات کیے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے بڑے احسن طریقے سے ان سوالات کے جوابات دیئے تو وہ دینِ اسلام اور اسلامی فوج کی تعلیم و تربیت سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔[14]

---

[11] العمری، اکرم بن ضیاء، **عصر الخلافۃ الراشدہ**، (المدینہ المنورۃ: مکتبہ العلوم والحکم، ط:۱، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء)، ۲۷۳

[12] سلیمان بن صالح، آل کمال، **الادارۃ العسکریۃ فی الدولۃ الاسلامیہ نشاتھا وتطورھا**، (مکہ المکرمہ: جامعۃ ام القری مھد البحوث العلمیہ واحیاء التراث الاسلامی ،۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء)، ۲: ۱۲۷

[13] ابویوسف، یعقوب بن ابراھیم (م:۱۸۲ھ)، **کتاب الخراج**، (قاہرہ: المطبعۃ السلفیہ ومکتبتھا، ط:۳، ۱۳۸۲ھ)، ۱۹۳

[14] طبری، ابو جعفر محمد بن جریر (م:۳۱۰ھ)، **تاریخ الطبری**، (القاھرہ: مطبعۃ الاستقامہ، ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء)، ۲: ۵۹۵- ۵۹۶

اسی طرح جب دمشق فتح ہوا اور وہاں کا بشپ (Bishop) جس کا نام "اور کون" تھا حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا۔[15]

قادسیہ کی جنگ کے بعد دیلم کی چار ہزار فوج جو خسرو پرویز کی خاص خدمت پر مامور تھی اور اس سے تعلیم یافتہ تھی، اسلامی فوج کی تعلیم وتربیت سے متاثر ہو کر ساری کی ساری مسلمان ہو گئی۔[16]

اس جیسے اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ کس طرح غیر مسلم امراء مسلمانوں کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ سب حضرت عمر فاروقؓ کی تعلیم وتربیت کا ہی نتیجہ تھا۔

قرآن مجید کی تعلیم:

حضرت عمر فاروقؓ نے قرآن مجید کی تعلیم کا بڑی سطح پر انتظام فرمایا۔ آپ نے مختلف شہروں میں قرآنی تعلیم کی غرض سے معلمین روانہ فرمائے جنہوں نے وہاں جا کر لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم سے روشناس کرایا، جس کے نتیجے میں اُن مدارس سے بہت سے حفاظ، قراء، محدث اور اہل الرائے وغیرہ فارغ التحصیل ہوئے۔ قرآن مجید کی تعلیم سے متعلق آپؓ کی اختیار کردہ پالیسی کے چیدہ چیدہ نکات درج ذیل ہیں:

دور دراز علاقوں میں تعلیمِ قرآن کے لیے معلمین کی روانگی:

دور دراز علاقوں میں قرآنی تعلیم کو عام کرنے کے متعلق حضرت عمرؓ کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ مختلف علاقوں مثلاً عراق، شام اور مصر وغیرہ کے لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لیے معلمین روانہ کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے اکابرینِ صحابہ میں سے پانچ کو بلایا اور ان سے کہا کہ شام کے مسلمانوں کو تعلیم کی ضرورت ہے، آپ وہاں جا کر قرآن مجید کی تعلیم دیں۔ یہ پانچ صحابہ حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت ابو الدرداءؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ تھے۔ حضرت ابی بن کعبؓ بیمار تھے، جبکہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ ضعیف تھے۔ ان دونوں صاحبان نے وہاں جانے سے معذرت کر لی لیکن باقی تینوں اصحاب نے شام میں جانا منظور کر لیا۔ یہاں حضرت عمر فاروقؓ نے یہ تعلیمی پالیسی اختیار کی کہ آپ نے ان تینوں سے فرمایا کہ آپ پہلے حمص جائیں، وہاں کچھ دن قیام فرمائیں اور لوگوں کو تعلیم دیں اور جب وہاں تعلیم کا انتظام ہو جائے تو پھر

---

[15] یاقوت حموی، ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ (م:۶۲۶ھ)، **معجم البلدان**، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء)، ۴: ۴۰۶

[16] بلاذری، احمد بن یحییٰ (م:۲۷۹ھ)، **فتوح البلدان**، (بیروت، دار ومکتبہ الھلال، ۱۹۸۸ء)، ۲۷۵

ایک وہاں رک جائے اور باقی دونوں میں سے ایک دمشق چلا جائے اور دوسرا فلسطین۔ حضرت عمر فاروقؓ کی اس پالیسی کے مطابق تینوں صاحبان پہلے حِمص گئے، وہاں کے لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دی اور جب تعلیم اچھی طرح پھیل گئی تو حضرت عبادہ بن الصامتؓ وہیں قیام پذیر ہو گئے اور حضرت ابو الدرداءؓ دمشق چلے گئے اور حضرت معاذ بن جبلؓ فلسطین روانہ ہو گئے۔[17]

قرآن مجید کی تعلیم کا طریقہ کار:

حضرت عمر فاروقؓ کے معلمین مختلف طرق ہائے تعلیم (Different methods of Education) کے ذریعے طلبا کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ اُن معلمین میں سے حضرت ابو الدرداءؓ کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو جامع مسجد میں تعلیمِ قرآن کے سلسلے میں ایک مخصوص نشست پر بیٹھ جاتے اور ان کے ارد گرد بہت سے پڑھنے والے طلبا کا ہجوم رہتا تھا۔ آپ اُن طلبا کو دس سیکشنز (Sections) میں تقسیم کر دیتے اور ہر سیکشن پر ایک ایک قاری مقرر فرما دیتے جو اُن کو قرآن مجید پڑھاتا۔ آپ اُن طلبا کو پڑھتے ہوئے سنتے رہتے اور جب کہیں کوئی غلطی ہوتی تو اس کی اصلاح فرما دیتے۔ جب کوئی طالب علم پورا قرآن مجید یاد کر لیتا تو اُسے اپنی شاگردی میں لے لیتے، چنانچہ ایک دن حضرت ابو الدرداءؓ نے اپنے حلقہ درس کے طلبا کا شمار کرایا تو ان کی تعداد سولہ سو (۱۶۰۰) تھی۔[18]

اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا قرآن مجید کی تعلیم دینے کا طریقہ یہ تھا کہ جب وہ فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو تمام صفوں میں فرداً فرداً ہر ایک کو قراءت قرآن کا سبق دیتے تھے۔[19]

عہدِ فاروقیؓ میں اس طریقہ تعلیم سے یہ فائدہ ہوا کہ بہت سے طلبا حافظ و قاری بن گئے۔

---

[17] الھندی، علاء الدین علی بن حسام الدین (م:۹۷۵ھ)، **کنز العمّال فی سنن الاقوال والافعال**،(حیدر آباد دکن الھند: مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، ط:۲، ۱۳۷۴/ ۱۹۵۴ء)، ۲: ۳۶۵- ۳۶۶، حدیث:۱۸۸۳

[18] ابن الجزری، ابو الخیر شمس الدین محمد بن محمد (م:۸۳۳ھ)، **غایۃ النھایۃ فی طبقات القراء**،(بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط:۳، ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء)، ۱: ۶۰۶- ۶۰۷

[19] الذھبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد (م:۷۴۸ھ)، **سیر اعلام النبلاء**، منشورات محمد علی بیضون،(بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط:۱، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء)، ۳: ۴۲۳

حفاظ اور قراء کی تعداد:

حضرت عمر فاروقؓ کی تعلیمی پالیسی کے تحت بہت سے لوگ تعلیمِ قرآن سے بہرہ ور ہو گئے۔ حفاظ اور قراء کی تعداد سینکڑوں اور ہزاروں تک پہنچ گئی، جبکہ ناظرہ خوانوں کا تو شمار ہی نہ تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے مختلف علاقوں کے امراء کو لکھا کہ مجھے ایسے لوگوں کی فہرست بھیجو جو قرآن مجید پڑھ چکے ہیں، تاکہ میں ان کو مختلف علاقوں میں لوگوں کی تعلیم کی غرض سے بھیج سکوں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ان کو جواباً لکھا کہ میرے پاس تین سو (۳۰۰) سے زائد افراد ایسے ہیں جو قرآن مجید پڑھ چکے ہیں۔[20] جب حضرت عمرؓ کو اِن افراد کی فہرست موصول ہوئی تو آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور ان کے شاگردوں کی طرف لکھا:

"سلام علیکم! واضح ہو کہ یہ قرآن تمہارے لیے باعث شرف ہونے والا ہے، لہٰذا اس کی تعلیم پر عمل کرو اور اسے اپنے مقاصد کا آلہ کار نہ بناؤ۔ جو شخص قرآن مجید کو اپنا قائد و متبوع بنائے گا قرآن اس کو جنت کی سیر کرائے گا.................. یاد رہے کہ خدا کا انعام بہترین اور ہمیشہ رہنے والا ہے اور یہ صاحبانِ ایمان اور مالک پر بھروسہ کرنے والوں کو نصیب ہو گا۔"[21]

طلبائے قرآن میں وظائف کی تقسیم:

حضرت عمر فاروقؓ طالبانِ علم کو جہاں قرآنی علوم حاصل کرنے کی ترغیب دیتے، وہاں ان کے لیے حصولِ علم کے راستے آسان و کشادہ کرنے کے لیے خصوصی وظائف بھی مقرر فرماتے تھے۔ آپ اپنے گورنروں کو اکثر لکھتے رہتے تھے کہ تعلیمی میدان میں شاندار کارکردگی دکھانے والوں کو خصوصی انعامات سے نوازا کریں۔ ایک مرتبہ جنگ قادسیہ کے مالِ غنیمت سے کچھ مال بچ گیا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھا کہ بچا ہوا مال قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبا میں تقسیم کر دیا جائے۔[22]

ایک مرتبہ آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ مجھے ان لوگوں کی فہرست تیار کر کے بھیجو ،جنھوں نے قرآن پڑھ لیا ہے تاکہ میں ان کے وظائف مقرر کر دوں۔[23]

---

[20] الھندی، **کنز العمّال**، ۲: ۱۸۳، حدیث: ۷ ۲۰۳

[21] ایضاً، ۲: ۱۸۳-۱۸۴، حدیث: ۷ ۲۰۳

[22] رفیق العظم، **اشھر مشاھیر الاسلام فی الحرب والسیاسیہ**، (بیروت: دارالرائد العربی، ط:۶، ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء)، ۲: ۵۴۰- ۵۴۱

[23] الھندی، **کنز العمّال**، ۲: ۱۸۳، حدیث: ۷ ۲۰۳

حضرت عمر فاروقؓ کی طرف سے ترغیب کا یہ انداز ملتِ اسلامیہ کے نوخیز نوجوانوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوا۔ اس طریقہ سے طلبا نے قرآن مجید کو حفظ کرنے اور اس کے جملہ علوم حاصل کرنے میں بھرپور کوششیں کیں۔ آپ کی اس تعلیمی پالیسی کے تحت طلبا کی مالی امداد بھی ہو جاتی تھی اور وہ مزید علم حاصل کرنے کے شائق نظر آتے تھے۔ یہ پالیسی خاص طور پر اُن علاقوں کے باشندوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوئی جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ آپ کی اس احسن تدبیر سے کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کا علم حاصل کرنے کے لیے ان طلبہ کی پوشیدہ صلاحیتیں خوب نکھر کر سامنے آئیں۔

معلمینِ قرآن کی تنخواہیں:

عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ صدیقیؓ میں اس بات کی صراحت نہیں ملتی کہ حضور اکرمؐ یا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے معلمین کی تنخواہیں مقرر کی ہوں، بلکہ اُس دور میں معلمین اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر لوگوں کو تعلیم دیتے تھے اور اس کا معاوضہ لینا جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے معلمین کی تنخواہیں مقرر کیں تاکہ وہ معاشی طور پر مستحکم رہیں اور اپنی پوری توجہ طلبا کو تعلیم دینے پر مرکوز رکھیں کیونکہ اگر انہیں معاشی ضروریات کے تحت کہیں جانا پڑتا تو طلبا کی تعلیم و تربیت میں خلل پڑ سکتا تھا۔ علامہ ابنِ کثیر ان معلمین کی تنخواہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أن عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان كان يرزقان المؤذنين والأئمة والمعلمين والقضاة [24]

"عمر بن الخطابؓ اور عثمان بن عفانؓ مؤذنین، ائمہ کرام، معلمین اور قاضیوں کو تنخواہیں دیتے تھے۔"

حضرت عمر فاروقؓ نے اُن معلمین کی تنخواہ بھی مقرر کی ہوئی تھی جو چھوٹے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ اس کے متعلق امام بیہقی لکھتے ہیں:

ثلاثة معلمون كانوا بالمدينة يعلمون الصبيان وكان عمر بن الخطاب رضي الله عنه يرزق كل واحد منهم خمسة عشر درهما كل شهر [25]

"مدینہ منورہ میں تین معلم ایسے تھے جو چھوٹے بچوں کو دینی تعلیم دیتے تھے۔ عمر بن الخطابؓ ان معلمین کو پندرہ پندرہ درہم ماہانہ تنخواہ دیتے تھے۔"

---

[24] ابنِ کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر (م:۷۷۴ھ)، **مسند الفاروق**، (المنصورہ: دار الوفا، ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء)، ۲: ۴۸۴

[25] البیہقی، ابی بکر احمد بن الحسین، (م:۴۵۸ھ)، **السنن الکبری**، (بیروت: دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، ط:۱، ۱۳۵۲ھ)، ۶: ۱۲۴، حدیث:۱۱۴۵۸

اشاعتِ قرآن کی پالیسی:

حضرت عمر فاروقؓ نے قرآن مجید کی اشاعت کے لیے بھرپور کوششیں کیں اور اس کے متعلق بہت سی پالیسیاں اختیار کیں۔ ان پالیسیوں میں سے اوّل پالیسی یہ تھی کہ قرآن مجید کی تعلیم کا انتظام اعلیٰ سطح پر کیا جائے تاکہ سینکڑوں، ہزاروں افراد حافظِ قرآن بن سکیں اور قرآن مجید میں تغیر و تبدل کا احتمال بھی نہ رہے۔ دوسرا یہ کہ قرآن مجید کی بہت سی نقلیں تیار کرواکر ملک کے مختلف حصوں میں بھیجی جائیں۔ تیسرا یہ کہ لوگوں کو کم از کم احکام و فرائض پر مشتمل سورتیں بھی لازمی طور پر یاد کروائی جائیں۔ مِسور بن مخرمہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو فرماتے ہوئے سنا:

تعلموا سورة البقرة وسورة النساء وسورة المائدة وسورة الحج وسورة النور فإن فيهن الفرائض [26]

"سورۃ البقرہ، سورۃ النساء، سورۃ المائدہ، سورۃ الحج اور سورۃ النور کا علم حاصل کرو، کیونکہ ان میں احکام و فرائض مذکور ہیں۔"

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ہر مسلمان آدمی کے لیے چھ سورتوں کا سیکھنا انتہائی ضروری ہے، جن میں سے دو سورتیں صبح کی نماز کے لیے، دو سورتیں مغرب کی نماز کے لیے اور دو سورتیں عشا کی نماز کے لیے۔[27]

اس کے علاوہ آپ اہل فوج کو جو ضروری ہدایات لکھ کر بھیجا کرتے تھے ان میں یہ خصوصی طور پر درج ہوتا تھا کہ قرآن مجید سیکھیں اور اس کا ادب کریں۔[28] اور وقتاً فوقتاً عمال سے قرآن مجید پڑھنے والے طلبا کا رجسٹر منگواکر چیک کرتے رہتے تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے شمار آدمی قرآن مجید پڑھ گئے۔

قراءتِ قرآن کی تعلیم:

حضور اکرم ﷺ قرآن مجید کو قراءت کے ساتھ پڑھنے کی تلقین کرتے تھے۔ قراءت کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک تو قرآن مجید کے تلفظ کی صحیح ادائیگی ہوتی ہے اور دوسرا قراءت کے ساتھ قرآن پڑھنے سے خوش الحانی پیدا ہوتی ہے، اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[26] الھندی، **کنزالعمّال**، ۲: ۲۰۲، حدیث:۳۰۱۳

[27] ایضاً، ۲: ۱۸۳، حدیث: ۲۰۳۴

[28] ایضاً، ۲: ۱۸۳- ۱۸۴، حدیث:۲۰۳۷

حسنوا أصواتكم بالقرآن[29] "قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھو۔"

حضرت عمر فاروقؓ نے بعض مقامات پر جو معلمین قرآن متعین کیے ہوئے تھے وہ قرآن و سنت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ لوگوں کو خصوصی طور پر قراءت کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جنہوں نے بصرہ کی مسجد کو اپنی تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز بنایا ہوا تھا، روزانہ اپنا بہت سا وقت علمی مجالس کے لیے وقف کرتے تھے۔ ان پر کوئی وقت ایسا نہ گزرتا تھا جب وہ لوگوں کو علم سکھانے اور مسائل سمجھانے میں مصروف نہ رہتے ہوں۔ وہ جوں ہی نماز سے سلام پھیرتے لوگوں کی طرف متوجہ ہو جاتے اور انہیں دینی علم کے ساتھ خصوصی طور قرآن مجید کی قراءت سکھاتے تھے۔ ابنِ شوذب ان کے متعلق فرماتے ہیں:

"ابو موسیٰ ؓ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تمام صفوں میں فرداً فرداً ہر آدمی کو قراءتِ قرآن کا سبق دیتے تھے۔"[30]

قراءتِ قرآن کے متعلق قریشی لہجہ اپنانے کی تاکید:

قرآن مجید لغتِ قریش میں نازل ہوا لیکن حضور اکرم ﷺ نے بعض قبائل کو اپنے اپنے لب ولہجہ میں قرآن پڑھنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اُن قبائل میں ہذیل، ہوازن اور یمن تھے۔ یہ قبائل اپنے اپنے لہجوں میں قرآن کو پڑھتے تھے[31] لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے اس رخصت کو ختم کر دیا اور اپنے معلمینِ قرآن کو یہ ہدایت کی کہ لوگوں کو قرآن مجید قریشی لہجہ میں ہی پڑھائیں۔ اس کے متعلق ایک مرتبہ آپ نے معلم کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو لکھا:

أن القرآن نزل بلسان قريش فأقرئ الناس بلغة قريش لا بلغة هذيل[32]

"قرآن مجید قریش کے لہجے میں نازل ہوا ہے آپ انھیں اسی لہجے میں پڑھائیں، قبیلہ ھذیل کے لہجے میں نہ پڑھائیں۔"

---

[29] ابنِ ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن عمر (۲۳۵ھ)، **کتاب المصنف فی الاحادیث والآثار**، (الریاض: مکتبہ الرشد، ط:۱، ۱۴۰۹)، ۶: ۱۱۸، حدیث: ۲۹۹۴۱

[30] الذھبی، **سیر اعلام النبلاء**، ۳: ۴۲۳

[31] قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد (م: ۶۷۱ھ)، **الجامع لاحکام القرآن**، (بیروت: مؤسسۃ مناھل العرفان، س۔ن)، ۱: ۴۳

[32] ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی (م: ۸۵۲ھ)، **فتح الباری شرح صحیح البخاری**، (لاہور: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء)، ۹: ۹

آپ نے اس رخصت کو اس وجہ سے ختم کیا کہ یہ اجازت محض اس لیے دی گئی تھی کہ ابتدا میں بعض قبائل کے لیے لغت قریش کا تلفظ ممکن نہ تھا لیکن بعد میں مختلف قبائل کے باہمی میل جول اور تعلقات و روابط سے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کے لغات پر قادر ہو گیا، یہاں تک کہ تمام لغات کا مدار و مرجع نبی کریم صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی لغت بن گیا، اس لیے حضرت عمرؓ نے لغتِ قریش کو باقی رکھتے ہوئے دیگر لغات کو منسوخ کر دیا۔

قرآن مجید کے الفاظ و اعراب کی تعلیم و صحت کا اہتمام:

حضرت عمر فاروقؓ نے قرآن مجید کے الفاظ اور اعراب کی تعلیم و صحت کا بہترین اہتمام کیا۔ در حقیقت یہ امر سب سے مقدم تھا کیونکہ قرآن مجید جب مرتب و مدون ہوا تو اعراب کے ساتھ نہیں ہوا تھا، لہٰذا آپ کی نظر میں بغیر اعراب کے قرآن مجید شائع ہونا کچھ زیادہ مفید نہ تھا، اس لیے آپ نے یہ اہتمام کیا کہ ہر شہر میں اپنے گورنروں کو تاکیدی احکامات بھیجے کہ قرآن مجید کو پڑھاتے وقت الفاظ اور اعراب کی بھی تعلیم دی جائے۔ اس کے متعلق آپ اکثر فرماتے تھے:

تعلموا إعراب القرآن كما تعلمون حفظه[33]

"قرآن مجید کے اعراب سیکھو جس طرح تم اس کو حفظ کرتے ہو۔"

قرآن مجید کی کتابت کی تعلیم:

عہد فاروقیؓ میں طلبا کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا۔ عام طور پر تمام اضلاع میں احکامات بھیجے جاتے کہ بچوں کو کتابت کی تعلیم دی جائے۔ سلیم ابو عامر جو کہ رواۃ حدیث میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں گرفتار ہو کر مدینہ آیا تو مجھے مکتب میں بٹھایا گیا۔ معلم جب مجھ سے میم لکھواتا اور میں اچھی طرح لکھ نہ پاتا تو وہ کہتا کہ گول لکھو جس طرح گائے کی آنکھ ہوتی ہے۔[34]

---

[33] قاسم بن سلام، ابو عبید (م:۲۲۴ھ)، **فضائل القرآن**، (تحقیق: مروان العطیہ و غیرہ)، (دمشق، بیروت: دار ابن کثیر، ط:۱، ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۵ء)، ۳۴۹

[34] یاقوت حموی، **معجم البلدان**، ۲: ۲۰۶-۲۰۷

عربی زبان و گرائمر کی تعلیم:

قرآن مجید چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے، اس کو سمجھنے کے لیے عربی لغت، صرف و نحو وغیرہ پر عبور حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ اسی بات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے حضرت عمر فاروقؓ عربی زبان سیکھنے اور صرف و نحو کی ترکیب وغیرہ پر عبور حاصل کرنے کی تلقین کرتے تھے، تاکہ ہر فرد ان علوم کو سیکھ کر آگے طلبا کو بھی اِس علم سے آگاہ کر سکے۔ ایک مرتبہ انھوں نے حکم دیا:

لا يقرئ الناس إلا عالم باللغة[35]

"جو شخص لغت کا عالم نہیں ہے وہ لوگوں کو قرآن نہ پڑھائے۔"

ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

تعلموا النحو كما تعلّمون السّنن والفرائض[36]

"نحو (عربی گرائمر) اس طرح سیکھو جس طرح سنن اور فرائض سیکھتے ہو۔"

آپ عربی زبان سیکھنے پر بھی بہت زور دیتے تھے۔ عوام الناس کے ساتھ ساتھ اپنے عُمّال و امرا کو بھی عربی سیکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا:

فتفقهوا في السنة وتفقهوا في العربية وأعربوا القرآن فإنه عربي[37]

"سنت نبوی ﷺ کی سوجھ بوجھ پیدا کرو، عربی زبان سیکھو اور قرآن کو اعراب کے ساتھ پڑھو، کیونکہ وہ عربی میں ہے۔"

ایک موقع پر مزید فرمایا:

عليكم بالتفقه في الدين والتفقه في العربية وحسن العربية[38]

"تم پر لازم ہے کہ دین سیکھو، عربی زبان سیکھو اور عربی کو اچھی طرح سیکھو۔"

---

[35] الھندی، **کنز العمّال**، ۲: ۲۱۳، حدیث: ۱۲۷۵

[36] الجاحظ، ابی عثمان عمرو بن بحر (م: ۲۵۵ھ)، **البیان والتبیین**، (تحقیق: عبد السلام محمد ھارون)، (القاھرہ: مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر، ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء)، ۲: ۲۱۹

[37] الھندی، **کنز العمال**، ۱۰: ۱۵۰، حدیث: ۱۲۶۹

[38] ایضاً، ۱۰: ۱۵۱، حدیث: ۱۲۷۶

قرآن مجید کی جبری تعلیم:

حضرت عمر فاروقؓ نے بڑے پیمانے پر اسلام کی اشاعت کی۔ انہوں نے کبھی بھی تلوار کے ذریعے کسی شخص کو مسلمان نہیں بنایا بلکہ آپ اس طریقہ کے خلاف تھے۔ آپ قرآن مجید کی آیت ''لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّين''[39] (دین میں کوئی جبر نہیں ہے) پر عمل کرتے ہوئے اسلام کی اشاعت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کا ایک غلام ہدایت وترغیب کے باوجود ایمان نہ لایا تو آپ نے فرمایا: ''لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّين''[40]

لیکن آپ مسلمانوں کو قرآن مجید کی جبری تعلیم دلانے کے حق میں تھے۔ آپ نے چند اشخاص کو اس کام پر متعین کیا ہوا تھا کہ وہ مختلف علاقوں میں لوگوں کو قرآن مجید کی جبری تعلیم دیں اور تعلیم دینے کے بعد جنہیں قرآن یاد نہ ہوا انہیں سزا دیں۔ آپ نے خاص طور پر خانہ بدوش بدوؤں کے لیے جبری تعلیم کا انتظام کیا ہوا تھا، ایک شخص جس کا نام ابو سفیان تھا اس کو چند آدمیوں کے ساتھ مامور کیا ہوا تھا کہ وہ مختلف قبائل میں جا کر ہر شخص کا امتحان لے اور جسے قرآن یاد نہ ہو اُسے سزا دے۔[41]

الغرض حضرت عمر فاروقؓ نے قرآن مجید کی تعلیم اور اس کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں تمام ملکی وسائل استعمال کیے، اعراب و کتابت کے حوالے سے محفوظ کرنے کی بھی ہر ممکن کوشش کی، لوگوں کو لغت، عربی زبان اور صرف و نحو سیکھنے کی ترغیب دی اور بدوؤں کے لیے قرآن مجید کی جبری تعلیم کا انتظام کیا۔ اس حوالے سے حضرت عمرؓ کی یہ تمام پالیسیاں اور کاوشیں مکمل طور پر کامیاب رہیں۔

حدیث کی تعلیم:

عہدِ فاروقیؓ میں سنتِ رسولؐ صحابہ کرام کے دلوں میں تو پوری کی پوری محفوظ تھی لیکن اس کی نشر و اشاعت اور حدیثِ رسول ﷺ کی روایت کا سلسلہ کچھ زیادہ نہ تھا۔ صرف بوقتِ ضرورت صحابہ کرامؓ حدیثیں بیان کرتے تھے اور حضرت عمر فاروقؓ بھی روایتِ حدیث میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ جب کوئی صحابیؓ حدیث بیان کرتا تو آپ جب تک اس حدیث کی صحت کو چیک نہ کر لیتے، مطمئن نہ ہوتے نیز اس حدیث کے متعلق گواہ پیش کرنے کا حکم بھی صادر فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت عمرؓ کے دروازے پر تشریف لائے اور تین مرتبہ سلام کیا۔

---

[39] البقرة:۲۵۶

[40] ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد (م:۲۳۰ھ)، **الطبقات الکبری**، (بیروت: دار صادر، س۔ن)، ۶: ۱۵۸

[41] الاصفہانی، ابو الفرج علی بن الحسین (م:۵۷۶ھ)، **الآغانی**، (بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ط:۱، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء)، ۱۷: ۲۷۱

آپ مصروف تھے۔ حضرت ابو موسیٰؓ کو اجازت نہ ملی تو وہ واپس چلے گئے، جب حضرت عمرؓ مصروفیت سے فارغ ہوئے تو کہا: مجھے عبد اللہ بن قیسؓ (ابو موسی اشعریؓ) کی آواز سنائی دی تھی؟ اُسے اندر آنے دو۔ آپ کو بتایا گیا کہ وہ تو واپس چلے گئے ہیں۔ آپ نے ان کو بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو آپ نے واپس جانے کی وجہ پوچھی تو ابو موسیٰ اشعریؓ نے عرض کیا: ہمیں رسول ﷺ نے اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے کہ جب کسی کے دروازے پر جاؤ تو تین مرتبہ سلام کرو، اگر اجازت نہ ملے تو واپس چلے جاؤ۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اس سلسلے میں کوئی ثبوت پیش کرو۔ پھر انہیں ساتھ لے کر انصار کی ایک مجلس میں تشریف لائے اور ان سے یہ معاملہ دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس مسئلے پر ہمارا سب سے کم عمر آدمی گواہی دے گا۔ چنانچہ ابو سعیدؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ہمیں اسی طرح حکم ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں بازاروں میں کاروبار کے لیے بہت مصروف رہتا تھا، شاید اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان مجھے معلوم نہ ہو سکا۔[42]

یہ بات تو مسلّم حقیقت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے احادیثِ رسول ﷺ کتنی ہی کثرت سے روایت کی ہوں لیکن عہدِ فاروقی میں روایتِ حدیث کا سلسلہ بہت کم تھا کیونکہ ایک طرف تو آپ کے طرز عمل نے صحابہؓ کرام کو احادیث بیان کرنے میں انتہائی احتیاط اور چھان پھٹک پر مجبور کر دیا تھا اور دوسری طرف آپ قرآن مجید کے حفظ وضبط اور صحتِ ادا کو نو مسلموں کے اہتمام و توجہ کا مرکز بنانا چاہتے تھے، تیسری وجہ یہ تھی کہ آپ قرآن و احادیث کو آپس میں خلط ملط ہونے سے بھی ڈرتے تھے۔ اس کا ثبوت آپ کے ایک عمل سے ملتا ہے جب آپ نے سنت لکھنے کا ارادہ فرمایا اور ایک ماہ تک استخارہ کرتے رہے، پھر ایک دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بھرپور حوصلہ عطا ہوا۔ آپ نے فرمایا: میرا ارادہ تھا کہ میں سنتوں کو تحریر میں لاؤں، میں نے غور و فکر کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ پہلی قوموں نے کتابیں لکھیں، وہ انہی کتابوں میں مشغول ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بھلا بیٹھے۔ اللہ کی قسم! میں کتاب اللہ کو کسی بھی چیز سے خلط ملط نہیں ہونے دوں گا۔[43]

اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے صحابہؓ کی ایک جماعت کو کوفہ میں تعلیم کی غرض سے بھیجا۔ قافلے کی روانگی کے وقت ان سے الوداعی خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

---

[42] مسلم، صحیح مسلم، **کتاب الآداب**، باب الاستیذان، ۹۵۹، حدیث: ۵۶۳۱

[43] ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ۳: ۲۸۶

"تم ایک ایسی بستی کی طرف جارہے ہو جس کے رہنے والے قرآن مجید کثرت سے پڑھتے ہیں۔ ان کی آوازیں شہد کی مکھی کی طرح ہیں۔ تم اُنہیں اس انداز میں احادیث نہ سنانا کہ وہ اس میں مشغول ہو جائیں (اور قرآن کو بھول جائیں) قرآن کو علیحدہ رکھنا اور رسول اللہ ﷺ سے روایت کم کرنا۔"[44]

ان روایات کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ حدیث و سنت کی تعلیم کے خلاف تھے (معاذاللہ) یا آپ کی نظر میں حدیث و سنت کی کوئی حیثیت نہ تھی یا (معاذ اللہ) آپ حدیث کی اشاعت و ترویج کے خلاف تھے، بلکہ آپ کو قرآن اور احادیث کا آپس میں خلط ملط ہونے کا خدشہ لاحق تھا، جبکہ اس کے برعکس کئی مرتبہ آپ نے لوگوں کو سنت سیکھنے کی تلقین بھی کی ہے۔ اس کے ضمن میں آپ کے بہت سے اقوال میں سے ایک قول یہ ہے:

تعلموا السنن والفرائض واللحن كما تعلمون القرآن[45]

"سنت، فرائض اور لغت کا علم حاصل کرو جس طرح تم قرآن کا علم حاصل کرتے ہو۔"

حضرت عمر فاروقؓ نہ صرف خود بلکہ لوگوں کو سنت کا علم حاصل کرنے کی تلقین کرتے اور اپنے عُمّال کو بھی تاکیدی حکم بھیجتے رہتے تھے کہ وہ بھی سنت کی تعلیم حاصل کریں۔ ایک مرتبہ آپ نے بصرہ کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو یہ تاکیدی حکم بھیجا:

فتفقهوا في السنة وتفقهوا في العربية وأعربوا القرآن فإنه عربي[46]

"سنت نبویؐ کو سمجھو، عربی زبان سیکھو اور قرآن مجید کو صحیح اور صاف لہجہ میں پڑھو، کیونکہ وہ عربی میں ہے۔"

ان روایات کو دیکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ قرآن و سنت میں فرق نہیں کرتے تھے۔ درحقیقت ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ قرآن مجید کو لوگوں کے دلوں میں خوب راسخ کر دیا جائے تاکہ وہ کسی طور بھی کتاب اللہ سے غافل نہ ہو سکیں اور قرآن کے معانی و مطالب ان کے دلوں میں جڑ پکڑ جائیں اور قرآن اور غیر قرآن کے درمیان تمیز کرنے کی مہارت حاصل ہو جائے۔

---

[44] ایضاً، ۶: ص ۷

[45] الھندی، **کنز العمّال**، ۱۰: ۱۴۹، حدیث: ۱۲۶۶

[46] ایضاً، ۱۰: ۱۵۰، حدیث: ۱۲۶۹

فقہ کی تعلیم:

عہدِ فاروقی میں فتوحات کے بعد اسلامی ریاست میں وسعت کے ساتھ ساتھ نئے نئے فقہی مسائل نے بھی جنم لیا۔ ان مسائل کو آپ نے قرآن و سنت کی روشنی میں حل فرمایا اور جن مسائل کے متعلق قرآن و سنت میں کوئی واضح حکم نہ ملتا تو اجماع، قیاس اور اجتہاد کے ذریعے اُسے حل فرماتے۔ چونکہ آپ خود بھی بہت بڑے فقیہہ تھے، ایک مرتبہ حج کے موقع پر آپ نے عرفات میں خطبہ پڑھا اور حج کے تمام مسائل بیان فرمائے۔[47] اسی طرح دمشق میں جابیہ کے مقام پر جو مشہور خطبہ پڑھا،[48] فقہائے کرام نے اس کے بہت سے مسائل کتبِ فقہ میں جابجا نقل کیے ہیں۔ آپ وقتاً فوقتاً عمال اور افسروں کو مذہبی احکام اور مسائل لکھ کر بھی بھیجا کرتے تھے۔

آپ کو فقہ و مسائل میں بڑی دسترس حاصل تھی۔ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے آپ کے علمی اور فقہی رُتبہ کے متعلق فرمایا کہ لوگوں میں سے تین شخص ہی فتویٰ دے سکتے ہیں: جو امام ہو، ولی ہو یا قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ کا علم رکھتا ہو۔ لوگوں نے پوچھا: اے حذیفہؓ! ایسا کون سا شخص ہے؟ انھوں نے کہا: عمر بن الخطابؓ۔[49]

آپ نے قرآن و سنت کی طرح فقہ کی تعلیم و اشاعت کے لیے بھی مختلف علاقوں میں معلمین کو روانہ فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو مذہبی احکام کی تعلیم دیں۔ ان معلمین کی مکمل تعداد تو مؤرخین اور سیرت نگاروں نے بیان نہیں کی لیکن چیدہ چیدہ علاقوں میں ان معلمینِ فقہ کے ناموں کا تذکرہ ضرور ملتا ہے۔ مثلاً حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ ان دس افراد میں سے ایک ہیں جن کو حضرت عمرؓ نے بصرہ بھیجا تھا کہ وہ وہاں جا کر لوگوں کو فقہ کی تعلیم دیں۔[50]

---

[47] الشیبانی، ابو عبد اللہ محمد بن الحسن (م:۱۸۹ھ)، **المؤطا امام محمد**، (تحقیق: عبد الحیٔ لکھنوی)، (دیو بند: المکتبہ الرحیمیہ، س۔ن)، ۲۰۰

[48] الذھبی، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد (م:۷۴۸ھ)، **تذکرۃ الحفاظ**، (حیدر آباد دکن الھند: مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء)، ۱: ۲۰

[49] الدارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (م:۲۵۵ھ)، **مسند الدارمی المعروف سنن الدارمی**، (تحقیق: حسین سلیم اسد الدارانی)، (المملکۃ العربیہ السعودیہ: دار المغنی للنشر والتوزیع، ط:۱، ۱۴۱۲ھ / ۲۰۰۰ء)، ۱: ۲۷۲

[50] ابن الاثیر، ابو الحسین علی بن محمد (م:۶۳۰ھ)، **أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط:۱، ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء)، ۳: ۳۹۵

حضرت عمران بن الحصینؓ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، حضرت عمرؓ نے انھیں بھی بصرہ میں فقہ کی تعلیم کی غرض سے روانہ فرمایا تھا۔ ان کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

وکان ممن بعثھم عمر بن الخطاب إلی أھل البصرۃ لیفقھھم[51]

"یہ (عمران بن الحصین) ان لوگوں میں سے ہیں جن کو عمرؓ بن الخطاب نے اہل بصرہ کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کو فقہ کی تعلیم دیں۔"

علامہ ذہبی نے حضرت عبد الرحمن بن غنم کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو تعلیم فقہ کے سلسلے میں شام بھیجا تھا۔[52] ابن اثیر نے بھی انہی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ شام کے فقہا میں سے ہیں اور انہوں نے شام میں تابعین کو فقہ سکھائی۔[53]

ابنِ اثیر نے حضرت عبادہ بن الصامتؓ کے حال میں بھی لکھا ہے کہ جب شام فتح ہوا تو حضرت عمرؓ نے حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو الدرداءؓ کو شام بھیجا تا کہ وہ وہاں لوگوں کو قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم دیں۔[54]

علامہ ذہبی نے حضرت ابو الدرداءؓ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اہل شام کے عالم اور اہل دمشق کے معلمِ قرآن تھے اور وہاں کے فقیہہ اور قاضی بھی تھے۔[55]

مصر میں فقہ کی تعلیم کے متعلق علامہ ابنِ حجر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حبان بن ابی جبلہ کو مصر میں فقہ پڑھانے پر مامور کیا ہوا تھا۔[56]

---

[51] الذھبی، **تذکرۃ الحفاظ**،ا: ۲۸

[52] ایضاً

[53] ابن الاثیر، **أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ**،۳: ۴۸۲

[54] ایضاً،۳: ۱۵۹

[55] الذھبی، **تذکرۃ الحفاظ**،ا: ۲۴

[56] ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی (م: ۸۵۲ھ)، **کتاب تھذیب التھذیب**، (بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت، ط: ا، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء)، ۲: ۱۴۹

منہج تدریسِ فقہ:

عہدِ فاروقیؓ میں فقہ کے درس و تدریس کا طریقہ کار یہ تھا کہ فقہا تعلیمی مراکز (چاہے وہ مسجد ہو یا مدرسہ) میں بیٹھ جاتے اور شائقینِ علم بڑی تعداد میں ان کے گرد حلقہ کی صورت میں جمع ہو کر ان سے فقہی مسائل پوچھتے تھے اور وہ جواب دیتے تھے۔ ابو مسلم خولانی کا بیان ہے:

"میں حِمص کی مسجد میں داخل ہوا تو میں نے وہاں تقریباً تیس معمر صحابہؓ کو دیکھا، ان میں ایک شخص سُرمیلی آنکھوں والے اور چمکیلے دانتوں والے بیٹھے تھے۔ جب ان صحابہؓ کو کسی مسئلہ میں شک ہوتا تو وہ ان کی طرف رجوع کرتے۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔"[57]

لیث بن سعد کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوالدرداءؓ مسجد میں آتے تھے تو ان کے ساتھ لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا جیسا کہ بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ سب لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔[58]

حضرت عمر فاروقؓ کا فقہ کی تعلیم و اشاعت کے متعلق یہ طریقہ کار بھی تھا کہ آپ جنگ کے لیے کوئی لشکر روانہ فرماتے تو ان پر ایسا امیر مقرر کرتے جو عالم اور فقیہہ ہوتا تھا۔[59]

عہدِ فاروقیؓ کے فقہا:

علامہ احمد بن اسحاق المعروف الیعقوبی نے چند فقہا کے نام گنوائے ہیں جن سے عہدِ فاروقیؓ میں فقہ کا علم حاصل کیا جاتا تھا، اُن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ
۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
۳۔ حضرت ابی بن کعبؓ
۴۔ حضرت معاذ بن جبلؓ

---

[57] الذھبی، **تذکرۃ الحفاظ**، ۱: ۲۰

[58] ایضاً، ۱: ۲۵

[59] ابو یوسف، **کتاب الخراج**، ۱۹۳

۵۔ حضرت زید بن ثابتؓ

۶۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ

۷۔ حضرت ابو الدرداءؓ

۸۔ حضرت ابو سعید الخذریؓ

۹۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ [60]

علم الفرائض:

حضرت عمر فاروقؓ فرائض یعنی میراث کا علم حاصل کرنے کی بھی تلقین کرتے تھے۔ علم الفرائض کے حصول کے متعلق آپ کا فرمان ہے:

تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ فَإِنَّهَا مِنْ دِينِكُمْ [61]

"فرائض (میراث) کا علم حاصل کرو، یہ بھی تمہارے دین کا حصہ ہے۔"

پھر فرمایا:

تعلموا السنن والفرائض واللحن كما تعلمون القرآن [62]

"سنت، فرائض اور لغت کا علم حاصل کرو جس طرح تم قرآن کا علم حاصل کرتے ہو۔"

مزید فرمایا:

إِذَا لَهَوْتُمْ فَالْهُوا بِالرَّمْيِ، وَإِذَا تَحَدَّثْتُمْ فَتَحَدَّثُوا بِالْفَرَائِضِ [63]

"جب تم کوئی کھیل کھیلو تو تیر اندازی کا کھیل کھیلو اور جب باتیں کرو تو فرائض کے متعلق کرو۔"

حضرت عمرؓ خود بھی علمِ میراث کے بڑے ماہر تھے۔ آپؓ کے نزدیک میراث کے چھ اسباب تھے۔

۱ **رحم:** رحم کی بنا پر عصبات، ذوی الفروض اور ذوی الارحام وارث بنتے ہیں۔

---

[60] یعقوبی احمد بن اسحٰق (م: ۲۹۲ھ)، **تاریخ الیعقوبی**، (بیروت: دار صادر للطباعۃ والنشر، ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء)، ۲: ۱۶۱

[61] البیہقی، **السنن الکبریٰ**، ۶: ۲۰۹، حدیث: ۱۱۹۵۷

[62] الھندی، **کنز العمال**، ۱۰: ۱۴۹، حدیث: ۱۲۶۶

[63] البیہقی، **سنن الکبریٰ**، ۶: ۲۰۹، حدیث: ۱۱۹۵۷

۲ **نکاح:** نکاح کے ذریعے میاں اور بیوی ایک دوسرے کے وارث بن جاتے ہیں اور یہ توارث طلاقِ رجعی کی صورت میں عدت ختم ہونے تک جاری رہتا ہے۔

۳ **ولا:** ولا سے مراد ولایت۔ خواہ ولاءِ عتق ہو یا ولاءِ موالات۔

۴ **ید:** (ہاتھ) یعنی جس شخص کے ہاتھ پر کوئی شخص اسلام قبول کرے تو وہ اسلام قبول کرنے والے کا وارث بن جاتا ہے۔

۵ **نصرت:** اِس بنا پر بھی آدمی اُس شخص کا وارث بن جائے گا جس کی لڑائی میں یہ اُس کا ساتھ دیا کرتا تھا، بشرطیکہ اس کا کوئی اور وارث نہ ہو۔

۶ **جوار:** (ہمسائیگی) یعنی اہل محلہ اُس شخص کے وارث ہوتے ہیں جو ان کے محلہ میں مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو۔[64]

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں حضرت زید بن ثابتؓ علم الفرائض کے ماہر تھے, آپ نے اُنہیں اس شعبے کا انچارج بنایا ہوا تھا۔ آپؓ نے جابیہ کے خطبہ کے دوران جس طرح قرآن اور فقہ کے معلمین کے ناموں کا تذکرہ کیا ہے اسی طرح علم الفرائض کے معلّم کا نام لیتے ہوئے فرمایا:

ومن أراد أن يسأل عن الفرائض فليأت زيدا[65]

"جس شخص نے فرائض (میراث) کے متعلق کوئی مسئلہ پوچھنا ہو وہ زیدؓ بن ثابت سے اس کے متعلق معلوم کرے۔"

سرکاری سطح پر معلمین کی تعریف و توصیف:

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے جن لوگوں کو فقہ کی تعلیم کے لیے منتخب کیا تھا مثلاً حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابو الدرداءؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت عبد الرحمن بن غنمؓ وغیرہ سب کے سب اکابرین صحابہ میں سے تھے۔ یہ تمام صحابہ اپنی اپنی جگہ بلند شان اور مرتبہ والے تھے۔ اسی

[64] قلعہ جی، محمد رؤاس، **فقہ حضرت عمر**، (مترجم: ساجد الرحمٰن صدیقی)، (لاہور: ادارہ معارف اسلامی منصورہ، بار سوم جنوری ۲۰۰۲ء)، ۴۴۔۴۶

[65] الذہبی، **تذکرۃ الحفاظ**، ۱: ۲۰

لیے لوگوں کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروق ؓ بھی ان کے بہت معترف تھے اور ان کی عزت و توقیر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ کے علمی رتبے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ومن أراد أن يسأل عن الفقه فليأت معاذا[66]

"جس نے کوئی فقہی مسئلہ پوچھنا ہو وہ معاذ بن جبل ؓ کے پاس آئے۔"

حضرت عمر فاروق ؓ نے ایک مرتبہ ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

عَجِزَتِ النِّسَاءُ أَنْ يَلِدْنَ مِثْلَ مُعَاذٍ[67]

"عورتیں معاذ ؓ جیسا سپوت پیدا کرنے سے قاصر ہیں۔"

مزید فرمایا:

لَوْلاَ مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ[68]

"اگر معاذ ؓ نہ ہوتا تو عمر ؓ ہلاک ہو جاتا۔"

آپ ؓ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ کے بھی بے حد معترف تھے۔ زید بن وہب بیان کرتے ہیں:

"میں کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عمر ؓ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کمزور اور دُبلا پتلا آدمی آیا۔ آپ نے اُس کی طرف دیکھا تو ان کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ آپ نے فرمایا: یہ بڑا کھلا ظرف ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے، یہ بڑا وسیع ظرف ہے جو علم سے معمور ہے، یہ بڑا کشادہ ظرف ہے جو علم سے لبریز ہے۔ وہ عبد اللہ بن مسعود ؓ تھے۔"[69]

[66] ایضاً

[67] الذہبی، **سیر اعلام النبلاء**، ۳: ۲۰۰

[68] ایضاً

[69] ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ۳: ۱۵۶

آپ حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ کے علم سے بھی بہت متاثر تھے اور ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں:

"مجھے ابو موسیٰ اشعری ؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے مجھ سے دریافت کیا کہ تو نے ابو موسیٰؓ کو کس حال میں چھوڑا؟ میں نے بتایا کہ وہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: وہ بڑا دانا آدمی ہے مگر تم اُسے یہ بات نہ بتانا۔"[70]

اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن کے مطالعے سے ان اکابرینِ صحابہ کی علمی شان و شوکت کا پتہ چلتا ہے کہ یہ کس طرح عام مسلمانوں، اپنے شاگردوں اور بالخصوص حضرت عمر فاروق ؓ کے منظورِ نظر تھے۔ مزید یہ کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے ان صحابہ کو مختلف علوم کی ترویج و اشاعت کے لیے کس طرح استعمال کیا اور علم سے لبالب ان ظروف نے کس طرح اپنے مابعد کے لیے علمی خزانے چھوڑے۔

مساجد کا قیام:

حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد میں جوں جوں فتوحات کا سلسلہ تیز ہوتا گیا، ان کے دل میں دین کی تعلیم کا احساس بھی بڑھتا گیا۔ اسی غرض سے آپؓ نے بصرہ کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ کو ایک خط لکھا اور حکم دیا کہ ایک جامع مسجد بناؤ۔ مختلف قبائل میں مساجد کی تعمیر پر زور دیتے ہوئے حکم دیا کہ جمعہ کے دن سب مسلمان جامع مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کریں (تاکہ وہ لوگ صحابہؓ کرام سے دینی مسائل سیکھ لیں) چنانچہ آپ کے دورِ حکومت میں ان مساجد کی تعداد جہاں نمازِ جمعہ ادا کی جاتی تھی بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) تک پہنچ گئی تھی۔[71]

جزیرہ کے گورنر سعید بن عامر نے آپ کے حکم سے مختلف علاقوں مثلاً رقہ اور رہا وغیرہ میں مساجد تعمیر کروائیں۔[72] آپ نے کوفہ کے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ اور مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص ؓ کو

---

[70] محمود طھماز، عبد الحمید، **ابو موسی اشعری الصحابي العالم المجاہد**، (دمشق: دار القلم، ط:۱، ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۱ء)، ۱۲۷

[71] الکتانی، محمد عبد الحیی بن عبد الکبیر (م: ۱۳۸۲ھ)، **نظام الحکومہ الاسلامیہ المعروف التراتیب الاداریہ**، (تحقیق: عبد اللہ الخالدی)، (بیروت: دار الارقم، ط:۲، س۔ن)، ۲: ۲۶۲

[72] بلاذری، **فتوح البلدان**، ۱۷۸

بھی یہی احکامات جاری کیے، اور شام کے جنگی کمانڈروں کو بھی تاکید فرمائی کہ تم لوگ صحرا اور دیہاتوں میں پھیل کر شہروں کو خالی نہ چھوڑو، بلکہ ہر شہر میں ایک ایک مسجد بناؤ۔[73]

حضرت عمرؓ کے احکامات کے پیشِ نظر مختلف علاقوں کے امرا نے اپنے اپنے علاقوں میں مساجد تعمیر کروائیں جو اسلامی تاریخ کے اوّلین ادارے قرار پائے۔ یہیں سے صحابہ کرامؓ نے حضرت عمرؓ کے منشور کو سامنے رکھتے ہوئے فروغِ اسلام کا جامع نقشہ تیار کیا اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے آگے بڑھے۔ اُنہوں نے ایک استاد کی حیثیت سے اُمت کو انتہائی محنت اور لگن کے ساتھ دینی تعلیم سے روشناس کرایا۔ دینی علوم کی تدریس اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے فروغ کی ٹھیک ایسی ہی منصوبہ بندی کی جس کا آغاز حضورؐ اکرم نے اپنے عہدِ مبارک میں فرمایا تھا۔

آئمہ نماز کا تقرر:

حضرت عمر فاروقؓ نے مساجد میں نماز پڑھانے کے لیے مختلف آئمہ کا تقرر بھی کیا جو لوگوں کو نماز پڑھانے کے ساتھ ساتھ دینی مسائل بھی سکھاتے تھے۔ عام طور پر گورنروں کی جملہ ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری امامت بھی تھی، مثلاً حضرت عمار بن یاسرؓ اہل کوفہ کے جنگی امیر اور نماز پڑھانے پر مقرر تھے۔[74] اہل بصرہ کے امام حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ تھے۔[75] اہل عراق کو نماز پڑھانے کے لیے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مامور تھے۔[76] یہ تینوں اصحاب ان علاقوں کے امراء میں سے تھے۔ اسی طرح جب آپ نے تراویح کی باجماعت نماز کا اہتمام کیا تو حضرت ابی بن کعبؓ کو امام بنایا۔[77] تراویح کی باجماعت نماز کے لیے مردوں اور عورتوں کے لیے علیحدہ علیحدہ آئمہ کا تقرر بھی فرمایا۔ ابنِ سعد لکھتے ہیں:

---

[73] العمری، **عصر الخلافۃ الراشدہ**، ۲۷۵

[74] ابو عبید، قاسم بن سلام (م:۲۲۴ھ)، **کتاب الاموال**، (بیروت: دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء)، ۸۶

[75] طبری، **تاریخ طبری**، ۳: ۲۶۰

[76] ایضاً، ۳: ۱۳۱

[77] ابن الجوزی، ابو الفرج عبد الرحمن بن علی (م:۵۹۷ھ)، **مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب**، (دارو مکتبہ الھلال، ۲۰۰۴ء)، ۸۵

"ابی بن کعبؓ اور تمیم الداری مسجد نبویؐ میں مردوں کو نماز پڑھاتے تھے اور سلیمان بن ابی حثمہ مسجد کے صحن میں عورتوں کو نماز پڑھاتے تھے۔"[78]

مؤذنین کا تقرر:

حضرت عمر فاروقؓ نے مساجد میں اذان دینے کے لیے مؤذنین کا تقرر بھی کیا جو اذان کے ذریعے لوگوں کو نماز کے لیے مطلع کرتے۔ کتب سیر وتواریخ میں ایسے مؤذنین کے ناموں کا تذکرہ تو نہیں ملتا البتہ ابنِ کثیر کی ایک روایت سے مسجد نبویؐ کے ایک مؤذن کے نام کا پتہ چلتا ہے جن کو حضرت عمر فاروقؓ نے اذان دینے پر مقرر کیا ہوا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

"سعد القرظیؓ رسولؐ اللہ کے زمانے میں مسجد قبا کے مؤذن تھے۔ جب عمر بن الخطابؓ نے خلافت سنبھالی تو آپ نے ان (سعد القرظی) کو مسجد نبویؐ کا مؤذن مقرر کر دیا اور طویل مدت تک اُن کی اولاد میں بھی اذان کا کام باقی رہا۔"[79]

آئمہ نماز اور مؤذنین کی تنخواہیں:

حضور اکرم ﷺ کے عہد میں جس شخص کو امامت یا اذان پر مقرر کیا جاتا تھا وہ اس کام کو فی سبیل اللہ سرانجام دیتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں بھی یہی سلسلہ جاری رہا لیکن حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ حکومت میں باقاعدہ طور پر دیگر عہدہ داروں کی طرح آئمہ مساجد اور مؤذنین کی تنخواہ ووظائف بھی مقرر کیے گئے۔ علامہ خطیب بغدادی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أن عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان كانا يرزقان المؤذنين والأئمة[80]

"بے شک عمرؓ بن الخطاب اور عثمانؓ بن عفان مؤذنین اور ائمہ مساجد کو تنخواہیں دیتے تھے۔"

---

[78] ابن سعد، **الطبقات الکبری**، ۵: ۲۶-۲۷

[79] ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (م: ۷۷۴ھ)، **البدایہ والنہایہ**، (بیروت: مکتبہ المعارف، س۔ن)، ۷: ۳۲۲

[80] خطیب بغدادی، ابی بکر احمد بن علی (م: ۴۶۳ھ)، **تاریخ بغداد**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، س۔ن)، ۲: ۸۱

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں قائم ہونے والی مساجد میں ائمہ لوگوں کو نماز پڑھانے کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم وتربیت کا بھی اہتمام فرماتے تھے اور ان کی عادتیں سنوارنے میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔ پھر جب آپؓ نے یہ محسوس کیا کہ لوگوں کی تعلیم وتربیت کے لیے مساجد سے الگ تدریسی مراکز ہونے چاہئیں تو آپ نے مساجد کے ساتھ ساتھ الگ تعلیمی درسگاہیں بھی تعمیر کروائیں اور لوگوں کی تعلیم وتربیت کا انتہائی شاندار اہتمام کیا نیز اس کام کے لیے خصوصی اساتذہ بھی مقرر فرمائے، جنہوں نے لوگوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا اوراپنے مابعد ایسے تلامذہ چھوڑے جنہوں نے اس تعلیمی نظام کو مزید منظم ومدون کیا اور حضرت عمرؓ کی ان تعلیمی کوششوں کو دوام بخشا۔

خلاصہ بحث:

حضرت عمر فاروقؓ نے تقریباً ساڑھے دس سال پر محیط اپنے مختصر دورِ حکومت میں جس طرح نئے نظام متعارف کرائے یا پہلے سے موجود نظاموں کو مستحکم کیا، اُسی طرح تعلیمی نظام کو بھی ترجیحی بنیادوں پر استوار کیا۔ تعلیمی نظام کے حوالے سے دینِ اسلام کی بڑے پیمانے پر نشر و اشاعت کی۔ قرآن، حدیث، فقہ وغیرہ کے درس و تدریس کے لیے ماہرینِ تعلیم کا انتخاب کیا اور مختلف علاقوں میں تعلیم کو عام کرنے کے لیے اُن اساتذہ کو روانہ کیا۔ بالخصوص قرآنی تعلیم کے حوالے سے ناظرہ، حفظ، قراءت، رموز و اوقاف، عربی زبان اور صرف و نحو وغیرہ کا اہتمام کیا۔ مساجد میں ائمۂ نماز اور مؤذنین کا تقرر فرمایا۔ اساتذہ، ائمۂ مساجد اور مؤذنین کی معاشی ضروریات کو مدّ ِنظر رکھتے ہوئے تنخواہیں مقرر کیں۔ طلبا کی دلجوئی کے لیے وظائف کا بندوبست کیا۔

الغرض حضرت عمر فاروقؓ نے فروغِ تعلیم کے لیے اُس وقت کے موجودہ وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر وہ قدم اُٹھایا جو امتِ مسلمہ کی دینی تربیت اور فکری آبیاری کے لیے ناگزیر تھا۔